عقائد شناسی:

علامہ محمد حسین طباطبائی

شیعوں کی مذہبی فکر

مذہبی فکر کے تین طریقے

"مذہبی فکر" سے ہماری مراد طرز فکر ہے جس کا تعلق کسی مخصوص مذہب کے دینی نوعیت کے مسائل سے ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ 'ریاضیاتی فکر' اس طرز فکر کو کہتے ہیں جس کے مطابق ریاضی کے مسائل پر غور کیا جاتا ہے اور انہیں حل کیا جاتا ہے۔

یہ بتانے کی شاید ضرورت نہیں کہ دوسرے معاملات پر غوروفکر کی طرح مذہبی فکر کے لئے ضروری ہے کہ جس مواد پر اس کا انحصار ہوا سے معتبر ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ اسی طرح ریاضی کے مسائل کے حل کے طریق استدلال کے لئے ریاضی کے کچھ مسلمہ حقائق اور اصول ضروری ہیں۔

قرآن مجید وہ واحد ماخذ ہے جس پر اسلام کے الہامی دین کا انحصار ہے۔ یہ قرآن مجید ہی ہے جو رسول اکرمؐ کی آفاقی وجاودانی نبوت کی قطعی گواہی دیتا ہے اور اسی مقدس کتاب میں اسلامی دعوت کی روح پوشیدہ ہے۔ بلاشبہ یہ کہنا کہ قرآن مجید اسلامی مذہبی فکر کا واحد ماخذ ہے۔ دوسرے صحیح سوچ بچار کے ماخذ کی نفی نہیں کرتا۔ اس نکتے کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔

اسلام میں مذہبی فکر کے تین طریقے ہیں۔ دین اور اسلامی علوم کے مقاصد کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید مسلمانوں کو مندرجہ ذیل تین راستے بتاتا ہے:

ا۔ دین کے ظاہری اور رسمی پہلو کا راستہ (شریعت)

۲۔ عقلی دلائل کا راستہ اور

۳۔ روحانی ادراک کا راستہ جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اخلاص برتنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک قرآن مجید کے صریح اور قطعی پہلو کا تعلق ہے وہ کوئی استدلال اور ثبوت مہیا کیے بغیر تمام بنی نوع انسان سے خطاب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے نظیر حکومت پر تکیہ کرتے ہوئے انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ توحید الہٰی، رسالت اور قیامت جیسے اصول دین کو قبول کریں۔ وہ انہیں بعض عملی احکامات (مثلاً نماز روزہ) وغیرہ کا بھی حکم دیتا ہے اور بعض کاموں سے منع بھی کرتا ہے۔تاہم اگر قرآن مجید ان احکام کے لئے سند مہیا نہ کرتا تو لوگوں سے ان کے ماننے اور ان کی تعمیل کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی لہذا یہ کہا جاسکتا ہے قرآن مجید کے یہ مطلق احکام دینی مقاصد اور اسلامی علوم کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ ''اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ'' اور ''نماز پڑھو'' جیسے جملوں کو ہم دین کا ظاہری اور صریح پہلو کہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید انسان کو دین کے ظاہری پہلو سے آگاہ کرنے کے علاوہ بہت سی آیات میں اسے عقلی دلائل پر توجہ دلاتا ہے۔ وہ اسے پوری کائنات اور ساتھ ہی ساتھ چھوٹے مظاہر میں اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کو کہتا ہے۔ وہ بہت سے حقائق کی تشریح آزاد ذہنی استدلال سے کرتا ہے سچ تو یہ ہے کہ سائنس اور عقلی علم کی جتنی تعریف قرآن مجید نے کی ہے اور جتنا زور اس کے حصول پر دیا ہے اس کی مثال دوسری مقدس کتابوں میں نہیں ملتی۔ اپنے کئی ایک ارشادات میں قرآن مجید عقلی ثبوت اور منطقی استدلال کے جواز کی تائید کرتا ہے۔ یعنی وہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا ہے کہ انسان پہلے اسلامی علوم کی صحت کو قبول کرلے اور پھر عقلی ثبوت کے ذریعے ان کی صحت کا جواز مہیا کرے۔ اس کے برعکس اپنے نقطہ نظر کی صحت پر یقین رکھتے ہوئے وہ اعلان کرتا ہے انسان پہلے اسلامی علوم کی صداقت کا پتہ چلانے کے

لئے اپنی عقل استعمال کرے اور جب عقلی طور پر اس کی تشفی ہو جائے تو پھر صداقت کو قبول کرے۔ اسے چاہئے کہ اسلامی دعوت کی تائید کائنات میں دریافت کرے جو کہ بجائے خود ایک سچا گواہ ہے اور بالآخر اسے اپنے ایمان کی تائید منطقی استدلال کے نتائج سے حاصل کرنی چاہئے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ پہلے ایمان لائے اور پھر اس ایمان کی متابعت میں اس کے متعلق ثبوت تلاش کرے۔ پس فلسفیانہ غور وفکر بھی حقائق دریافت کرنے کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کے جائز اور موثر ہونے کی قرآن مجید تائید کرتا ہے۔[۱]

مزید برآں ہم دیکھتے ہیں کہ دین کے ظاہری اور عقلی پہلو کی جانب رہنمائی کرنے کے علاوہ قرآن مجید بڑے لطیف انداز میں اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ ہر سچے دینی علم کا ماخذ توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت ہے۔ اللہ کی مکمل معرفت کے حامل وہی لوگ ہیں جنہیں اس نے تمام مقامات سے ہٹا کر فقط اپنی جانب سرفراز کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور باقی سب چیزوں کو بھلا دیا ہے اور سچے دل سے اللہ کی اطاعت کرنے کے نتیجے میں اس قابل ہو گئے ہیں کہ اپنی تمام تر قوت اور توجہ ماورائی دنیا پر مرکوز کر دیں۔ قادر مطلق کے نور کے نظارے کی بدولت ان کی نگاہیں روشن ہو گئی ہیں۔ انہوں نے چشم بصیرت سے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں چیزوں کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے کیونکہ مخلصانہ اطاعت کے ذریعے وہ یقین کی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ اس یقین کی بدولت آسمان اور زمین کی بادشاہتیں اور ابدی دنیا کی جاودانی زندگی ان پر عیاں ہو گئی ہیں۔

مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر کرنے سے اس دعوے کی مکمل تائید ہو جاتی ہے۔

"اے رسولؐ! ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا بجز اس کے ہم اس کے پاس وحی بھیجتے رہے کہ بس ہمارے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس ہماری عبادت کیا کرو۔[۲] (سورہ انبیاء۔ آیت ۲۵)

"یہ لوگ اللہ سے جو باتیں منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بری ہے مگر اللہ کے مخلص

بندے (ایسا نہیں کہتے)۴؎ "سورہ صافات ۔آیات ۱۵۹ اور ۱۶۰)

"(اے رسولؐ !) کہہ دو کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں ۔ (فرق یہ ہے) کہ میرے رب نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ تمہارا معبود واحد ہے اور جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کا آرزومند ہو اسے چاہئے کہ اچھے کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے ۔"۵؎ (سورہ کہف ۔آیت ۱۱۰)

" اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو، یہاں تک کہ یقین تم تک آپہنچے ۔"۶؎ (سورہ حجر ۔آیت ۹۹)

"یوں ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھاتے رہے تا کہ وہ (ہماری وحدانیت کا) یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں ۔"۷؎ (سورہ انعام ۔آیت ۷۵)

"نہیں بلکہ نیکوں کے نامۂ اعمال علیین میں ہوں گے اور تمہیں کیا معلوم کہ علیین کیا ہے ۔ وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے جس کی تصدیق انہوں نے کی ہے جو (اپنے رب کے)قریب لائے جاتے ہیں ۔"۸؎ (سورہ تطفیف ۔آیات ۱۸ تا ۲۱)

"نہیں کاش تم (اس وقت) علم الیقین کے ساتھ جانتے ہوئے دوزخ کی آگ دیکھو گے ۔"۹؎ (سورہ تکاثر ۔آیات ۔۵۔۶)

پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ دینی حقائق اور علوم کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ روح کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کیا جائے اور خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے ۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید دینی حقائق کو سمجھنے کے تین طریقے بتاتا ہے ، یعنی دین کا ظاہری اور صریحی پہلو، ذہنی استدلال اور اطاعت میں اخلاص جس کی بدولت ذہنی وجدان حاصل ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں حقیقت اور باطنی نظارے پر سے پردے ہٹ جاتے ہیں مثلاً چونکہ دین کے ظواہر آسان ترین زبان میں لفظی بیانات ہوتے ہیں اس لئے وہ سب لوگوں کی دسترس میں ہوتے ہیں اس لئے وہ سب لوگوں

کی دسترس میں ہوتے ہیں اور ہر شخص ان سے اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر سکتا ہے۔۹

اس کے برعکس دوسرے طریقے فقط خواص کے لئے مخصوص ہیں اور ہرگز عام نہیں ہیں۔ دین کے ظواہر کا راستہ اسلام کے اصولوں اور وظائف کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں اسلام کے اعتقادات اور رسول کی حقیقت اور اسلامی علوم، اخلاقیات اور فقہ سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اس راستے میں اور دوسرے راستوں میں نمایاں فرق ہے۔ عقلی طریقہ ایمان، اخلاقیات اور عملی معاملات پر مشتمل عام اصولوں سے مربوط مسائل کا پتہ تو چلا سکتا ہے لیکن ان مخصوص دینی احکام کا پتہ چلانے سے قاصر ہے جو قرآن اور سنت میں دیئے گئے ہیں، چونکہ نفس امارہ کے تزکیہ کا راستہ انسان کی رہنمائی خدا داد اور روحانی حقائق کی دریافت کی جانب کرتا ہے لہذا اس الٰہی تحفے سے جو نتائج اور حقائق برآمد ہوتے ہیں ان کی کوئی حد اور کوئی حساب نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ علم حاصل کرلیا ہے وہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے ناطہ توڑ لیتے ہیں اور براہ راست اللہ جل شانہ کے زیر ہدایت اور زیر تسلط ہوتے ہیں۔ پھر ان پر وہ چیز ظاہر کی جاتی ہے جو اللہ چاہتا ہے نہ کہ وہ چیز جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔

اب ہم اسلام میں دینی فکر کے تین طریقوں کا تفصیل سے مطالعہ کریں گے۔

پہلا طریقہ: دین کا صریح پہلو

دین کے صریح پہلو کے مختلف رخ

جو کچھ اب تک کہا گیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید نے جو کہ اسلام میں دینی فکر کا اہم ترین ماخذ ہے اپنے الفاظ کے ظاہری معانی کو ان لوگوں کے لئے مستند قرار دیا ہے جو اس کے پیغام کی جانب توجہ دیتے ہیں۔ یہ قرآن مجید کی آیات کے ظاہری معانی ہی ہیں جنہوں نے احادیث رسولؐ کو قرآنی الفاظ کا متمم بنایا ہے اور انہیں قرآن مجید کی مانند معتبر قرار دیا ہے کیونکہ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

''تم پر ذکر (قرآن) نازل کیا گیا ہے تاکہ جو احکام لوگوں کے لئے نازل کیے گئے ہیں تم ان سے صاف بیان کردو۔'' (سورہ نحل: آیت ۴۴)

''وہی تو ہے جس نے امیوں میں ایک رسولؐ بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے، ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔'' (سورہ جمعہ۔ آیت ۲)

''رسولؐ تمہیں جو کچھ دے وہ لے لو اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز رہو۔'' (سورہ حشر۔آیت ۷)

''بلاشبہ اللہ کے رسولؐ (محمدؐ) تمہارے لئے ایک اچھا نمونہ ہیں۔'' (سورہ احزاب۔آیت ۲۱)

ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہؐ کے اقوال ور افعال حتیٰ کہ ان کی خاموشی اور تاکید ہمارے لیے قرآن مجید کی طرح سند نہ ہوتے تو مذکورہ بالا آیات کے کوئی حقیقی معانی نہ ہوتے۔ پس آنحضرتؐ کے اقوال معتبر ہیں اور جن لوگوں نے انہیں حضورؐ کی زبانی سنا یا معتبر راویوں کے ذریعے ان تک پہنچے ان کے لئے ان کا ماننا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں قطعی طور پر معتبر راویوں کے سلسلے میں پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''میں تمہارے درمیان دو گرانبہا چیزیں بطور امانت چھوڑ کر جارہا ہے۔ اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، وہ دو چیزیں قرآن اور میرے اہلبیتؑ ہیں اور یہ قیامت کے دن تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

اس حدیث اور دوسری معتبر احادیث کے مطابق اہل بیت رسولؐ کے قول ایک ایسا مجموعہ ہیں جو آنحضرتؐ کی احادیث کا متمم ہے اہل بیت رسولؐ دینی علوم میں سند کا رتبہ رکھتے ہیں اور اسلامی تعلیمات اور احکام کی تشریح میں ان سے کسی غلطی کے سرزد ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ ان کے وہ قول جو ان سے سنے جائیں یا معتبر راویوں دوسروں تک پہنچیں معتبر اور مستند ہیں۔

لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ جس روایتی مآخذ سے دین کا صریحی اور ظاہری پہلو سامنے آتا ہے جو کہ ایک مستند دستاویز ہے اور جو اسلام میں دینی فکر کا بنیادی مآخذ ہے اس کے دو حصے ہیں اور وہ دو حصے کتاب (قرآن مجید) اور سنت ہیں۔ کتاب سے مراد قرآنی آیات کا ظاہری پہلو ہے اور سنت سے مراد رسولؐ اللہ اور ان کے اہلبیت اطہارؑ کی وہ احادیث ہیں جو ہم تک پہنچی ہیں۔

صحابہ کی بیان کردہ احادیث:

جو احادیث صحابہ کرام کی معرفت روایت کی گئی ہیں شیعیت میں انہیں اس اصول کے مطابق پرکھا جاتا ہے۔

اگر وہ احادیث رسول اکرمؐ کے اقوال اور افعال کے بارے میں بتاتی ہیں۔ اور اہل بیتؑ کی احادیث سے متضاد نہیں ہوتیں تو وہ قابل قبول ہوتی ہیں لیکن اگر وہ خود صحابہ کی اپنی آراء پر مشتمل ہوں اور اقوال رسولؐ نہ ہوں تو وہ دینی احکام کے مآخذ کے طور پر مستند نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے صحابہ کے فتوے کسی دوسرے مسلمان کے فتوے کے برابر ہیں۔ اسی طرح خود صحابہ بھی دوسرے صحابہ سے قانون کے مسائل کے بارے میں عام مسلمانوں کی طرح سلوک کرتے تھے اور انہیں کوئی خصوصی حیثیت نہیں دیتے تھے۔

کتاب اور حدیث:

کتاب اللہ یعنی قرآن مجید ہر اسلامی فکر کا اہم ترین مآخذ ہے۔ یہ قرآن ہی ہے جو اسلام کے ہر دوسرے دینی مآخذ کو مستند اور معتبر بناتا ہے لہذا ضروری ہے کہ یہ سب کے لئے قابل فہم ہو۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اپنے آپ کو ایک ایسا نور قرار دیتا ہے جو سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ یہ بنی نوع انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کی آیات پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ ان میں کوئی تضاد یا تفاوت نہیں ہے۔ وہ انہیں دعوت دیتا ہے کہ اگر ان کے لئے ممکن ہو تو اس کی مثال پیش کریں۔ ظاہر ہے کہ اگر قرآن مجید سب کیلئے قابل فہم نہ ہوتا تو ان دعووں

کا کوئی جواز نہ ہوتا۔

یہ کہنا کہ قرآن مجید بذات خود سب کے لئے قابل فہم ہے ہمارے اس سابقہ دعوے کی نفی نہیں کرتا کہ رسول اکرمؐ اور ان کے اہلبیت اسلامی علوم کے لحاظ سے مرجع علمی ہیں اور علوم فی الحقیقت قرآن مجید کے مندرجات کی تفسیر ہیں مثلاً اسلامی علوم کے اس حصے کے بارے میں جو شریعت کے قوانین اور احکام پر مشتمل ہے قرآن مجید میں فقط عام اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ان مندرجات کی وضاحت اور تفصیل (مثلاً نماز پنجگانہ کی ادائیگی، روزے رکھنے اور کاروباری لین دین کے طریقے) درحقیقت تمام عبادات اور معاملات کے بارے میں صحیح علم رسول اکرمؐ اور ان کے اہلبیتؑ کی احادیث سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک ان اسلامی علوم کا تعلق ہے جو نظریات اور اخلاقی طریقوں اور رسوم کو زیر بحث لاتے ہیں گو کبھی ان کا ادراک کر سکتے ہیں تاہم ان کے معانی کو مکمل طور پر سمجھنا اہلبیت رسولؐ کے طریقے کو قبول کرنے پر منحصر ہے علاوہ ازیں یہ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت کے معانی دوسری آیات کے ذریعے بیان کیے جائیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی تفسیر ان آراء کی بنا پر کی جائے جو عادات اور رسوم کی بنا پر ہم نے قبول کی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''قرآن مجید کے کچھ حصے دوسرے حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور ہمیں ان کے معانی بتاتے ہیں اور کچھ حصے دوسروں کی تصدیق کرتے ہیں۔''[۱۰]

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

''قرآن کے کچھ حصے دوسرے حصوں کی تصدیق کرتے ہیں۔[۱۱]

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے کے مطابق کرتا ہے وہ اپنے لیے دوزخ میں جگہ تیار کرتا ہے۔''[۱۲]

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی ایک سادہ مثال قوم لوط پر عذاب نازل ہونے کا قصہ ہے جس کے متعلق ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اور ہم نے ان پر ایک بری بارش برسائی۔'' سورہ شعراء آیت ۱۷۳)

ایک اور مقام پر ان الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔:

''بلاشبہ ہم نے ان (سب) پر پتھروں کی بوچھار کی۔''(سورہ حجر۔ آیت ۷۴)

دوسری آیت کو پہلی آیت کے پہلو بہ پہلو رکھنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ ''بارش'' سے مراد آسمان سے پتھروں کی بوچھار ہے۔ جو شخص اہل بیت رسولؐ اور جلیل القدر صحابہ کی روایت کردہ احادیث کا غور سے مطالعہ کرے اسے اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر ہی تفسیر کا وہ واحد طریقہ ہے جو اہل بیت اطہارؑ نے ہمیں سکھایا ہے۔ ۱۲

قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی پہلو:

ہم پہلے اس امر کی تشریح کر چکے ہیں کہ قرآن مجید اپنے الفاظ کے ذریعے دینی مقاصد کی وضاحت کرتا ہے اور عقیدے اور اعمال کے بارے میں بنی نوع انسان کو حکم دیتا ہے تاہم قرآن مجید کے معانی انسانی سطح تک محدود نہیں ہیں بلکہ انہی الفاظ کی تہہ میں زیادہ عمیق اور وسیع معنی پوشیدہ ہیں جو فقط پاک دل اور روحانی لحاظ سے بلند پایہ اشخاص کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔

رسول اکرمؐ جنہیں قرآن کی تعلیم دینے کا فریضہ سونپا گیا ہے فرماتے ہیں ''قرآن کا ایک دلکش ظاہر اور ایک عمیق باطن ہے۔'' ۱۳

انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''قرآن کا ایک اندرونی پہلو ہے ور اس اندرونی پہلو کا ایک اور اندرونی پہلو ہے۔ اسی طرح اس کے سات اندرونی پہلو ہیں۔'' ۱۵

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے اقوال میں بھی قرآن مجید کے اندرونی پہلو کی جانب متعدد اشارات ہیں۔

ان دعووں کا اہم ترین ثبوت وہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے سورہ رعد کی سترھویں آیت میں دی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بارش سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو آسمان سے برستی ہے اور جس پر زمین اور اس کے رہنے والوں کی زندگی کا دارومدار ہے۔ بارش برسنے پر پانی سیلاب کی شکل میں بہنے لگتا ہے اور ہر دریا میں اس کی گنجائش کے مطابق ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ جب پانی بہتا ہے تو اس پر جھاگ آجاتی ہے لیکن اس جھاگ کے نیچے وہی پانی ہوتا ہے جو انسان کو زندگی بخشتا ہے اور فائدے پہنچاتا ہے۔

جیسا کہ تمثیلی قصے سے ظاہر ہے الٰہی علوم کے سمجھنے کی (جو کہ انسان کی باطنی زندگی کا مآخذ ہیں) استعداد ہر شخص میں مختلف ہوتی ہے۔ بعض وہ ہیں جن کے لئے دنیا کی چند روزہ مادی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ یہ لوگ مادی فوائد میں مگن رہتے ہیں اور ان کے دل میں مادی نقصانات کے علاوہ کسی چیز کا خوف نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے بھی مختلف درجے ہوتے ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ الٰہی علوم کو اس حد تک قبول کرتے ہیں کہ اصول دین پر برائے نام ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے ارکان کو سمجھے بغیر محض ظاہری طور پر بجالاتے ہیں۔ وہ اللہ کی پرستش جزا کی امید میں یا آخرت میں سزا کے خوف سے کرتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی فطرت کی پاکیزگی کی بناپر عارضی دنیوی مسرتوں سے وابستگی کو اپنے لئے مفید اور کارآمد نہیں سمجھتے۔ وہ دنیوی نفع اور نقصان اور خوش آئندہ اور تلخ تجربوں کو محض دھوکے کی ٹٹی سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان لوگوں کا انجام یاد رکھتے ہیں جو ان سے پہلے عیش وعشرت کی زندگی بسر کرکے نابود ہوچکے ہیں اور اب فقط قصوں کہانیوں کا موضوع ہیں، وہ ایسے لوگوں کی زندگیوں سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ ایسے پاک دل لوگ قدرتی طور پر عالم جاودانی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ وہ اس عارضی دنیا کے مختلف مظاہر کو

ابدی اور مستقل حقیقتیں نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ایک بلندتر دنیا کی نشانیاں سمجھتے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جس پر زمینی اور آسمانی نشانیوں کے ذریعے یعنی آفاق میں اور اپنے نفسوں میں موجود نشانیوں کی بدولت انسان روحانی طور پر اللہ کے جلال اور جمال کے لامحدود نور کا نظارہ کرتے ہیں۔ ان کے دل تخلیق کے رموز کے ادراک کی خواہش سے مکمل طور پر لبریز ہو جاتے ہیں۔ ذاتی منفعت اور خود غرضی کے اندھے کنویں میں مقید رہنے کی بجائے وہ ابدیت کی لامتناہی فضاؤں میں محو پرواز ہو جاتے ہیں اور ورحانی دنیا کے بلندترین مقام کی جانب بڑھتے رہتے ہیں۔

جب وہ یہ سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے سے منع کیا ہے جس کے معنی ان کے سامنے جھکنے کے ہیں تو وہ اس کے یہ معنی لیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اطاعت کے معنی جھکنے اور خدمت کرنے کے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کے یہ معنی بھی لیتے ہیں کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کسی سے امید رکھنی چاہیے اور نہ ہی کسی سے ڈرنا چاہیے۔ مزید برآں انھیں نفس امارہ کے تقاضوں کے آگے ہتھیار نہیں ڈالنے چاہییں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انھیں اللہ کے سوا کسی پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کرنی چاہیے۔

اسی طرح جب وہ قرآن مجید سے نماز کی ادائیگی کا حکم سنتے ہیں جس کے ظاہر معنی نماز کے مختلف مراسم بجالانے کے ہیں تو وہ اس کے باطنی معنی یہ لیتے ہیں ہے کہ انھیں جان ودل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ اس کے یہ معنی بھی لیتے ہیں کہ انھیں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے ہیچ سمجھنا چاہیے ور بھلا دینا چاہیے اور فقط اللہ کو یاد رکھنا چاہیے۔[۱۶]

ظاہر ہے کہ ان دو مثالوں میں باطنی معانی کی موجودگی زیر نظر امر اور نہی کے ظاہری بیان کی بنا پر نہیں ہے تاہم جس شخص نے وسیع تر آفاقی نظام پر غور وفکر کرنا شروع کیا ہو اور اپنی

انا کی بجائے حقیقی کائنات کا نظارہ کرنا پسند کیا ہو اور معروضیت کو موضوعیت پر ترجیح دی ہو وہ لازمی طور پر ان معانی کا ادراک کر لیتا ہے۔

اس بحث سے قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی پہلوؤں کے معانی واضح ہو گئے ہیں اور یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ قرآن مجید کے باطنی معنی اس کے ظاہری معنوں کی نفی نہیں کرتے بلکہ وہ ایک روح کی مانند ہیں جو جسم کو زندگی عطا کرتی ہے۔ اسلام کے لئے جو ایک آفاقی اور ابدی دین ہے اور بنی نوع انسان کی اصلاح پر بے حد زور دیتا ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کے ظاہری قوانین کو جو معاشرے کی بہبود کے لئے ہیں یا ان سادہ معتقدات کو جو ان قوانین کی حفاظت کرتے ہیں اور برقرار رکھتے ہیں نظر انداز کر دے۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک معاشرہ یہ کہتے ہوئے کہ دین کا تعلق فقط دل سے ہے اور دل پاک ہو تو اعمال کی کوئی اہمیت نہیں۔ کجروی کے عالم میں زندہ رہے اور اس کے باوجود خوشی اور خوشحالی حاصل کرے؟ برے اعمال اور اقوال کی موجودگی میں دل کیسے پاک ہوسکتا ہے اور اگر دل پاک ہو تو برے اعمال کیسے سرزد ہوسکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

''گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔'' (سورہ نور۔ آیت ۲۶)

اور پھر ارشاد فرماتا ہے۔

''عمدہ زمین سے اس کے پروردگار کے حکم سے (اچھا) سبزہ اگتا ہے اور خراب زمین کی پیداوار بھی خراب ہوتی ہے۔'' سورہ اعراف، آیت ۵۸)

پس ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی پہلو ہیں اور باطنی پہلو کے معانی کی بجائے خود کئی سطحیں ہیں۔ حدیث قرآن مجید کے مندرجات کی وضاحت کرتی ہے اور خود اس کے بھی کئی پہلو ہیں۔

قرآن مجید کی تفسیر کے احکام:

اسلام کے ابتدائی دور میں بعض اہل سنت کا یہ عام عقیدہ تھا کہ کافی وجوہ کی بنا پر قرآنی آیات کے ظاہری معانی کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور انہیں ان کے برعکس معنی دیئے جاسکتے ہیں جو عموماً اس کے ظاہری لغوی معنوں سے مختلف ہوتے تھے، انہیں 'تاویل' کہا جاتا تھا اور سنی اسلام میں ''تاویل قرآن'' کے الفاظ انہیں معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

سنی علما کی دینی کتابوں اور مختلف مکاتب کے مابین ہونے والے ان مباحثوں سے، جو ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں، یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی مخصوص نظریہ (جو کسی مکتب کے علماء کے اجماع یا کسی اور ذریعے سے قائم ہوا ہو) قرآن مجید کی کسی آیت کے ظاہری معنی کے برعکس ہو تو تاویل کرکے اس آیت کے معنی اس کے ظاہری معنی کے برعکس بیان کیے جاتے ہیں بعض اوقات مباحثہ کرنے والی دو جماعتیں جو ایک دوسرے سے متضاد رائے رکھتی ہوں اپنی آراء کے جواز میں قرآن مجید سے استدلال کرتی ہیں۔ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے فریق کی پیش کی ہوئی آیات کی تاویل کرتا ہے۔ یہ طریق کار کسی نہ کسی حد تک شیعیت میں بھی سرایت کرگیا اور بعض شیعی دینی کتابوں میں اس کی جھلک نظر آتی ہے۔

تاہم اگر قرآنی آیات اور اہلبیت رسولؐ کی احادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید کی زبان دلکش اور اسلوب بیان فصیح اور واضح ہے اور وہ ہر مضمون کی مناسبت سے زبان استعمال کرتا ہے اور وہ بیان کے الجھا دینے والے طریقے استعمال نہیں کرتا۔ جس کو صحیح معنوں میں قرآن مجید کی تاویل کہا جاتا ہے اس کا تعلق فقط لفظی اشارات سے نہیں ہے بلکہ ان حقائق اور معارف سے ہے جو عام لوگوں کے لئے ناقابل فہم ہیں۔ اس کے باجود وہ حقائق اور معارف ہیں جن سے اصول دین اور قرآن مجید کے عملی احکام کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

سارے کا سارا قرآن مجید تاویل اور باطنی معنوں کا حامل ہے جنہیں انسانی ذہن

براہ راست سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں فقط انبیائے کرامؑ اور اولیاء اللہ جو دنیا وی آلائشوں سے پاک و پاکیزہ ہیں ان معانی کو سمجھ سکتے ہیں، البتہ قیامت کے دن قرآن مجید کی تاویل سب پر ظاہر کردی جائے گی۔

اس دعوے کی تشریح اس امر کی طرف اشارہ کر کے کی جاسکتی ہے کہ جو چیز انسان کو الفاظ ایجاد کرنے اور بولنے پر مجبور کرتی ہے وہ اس کی معاشرتی اور مادی ضروریات کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اپنی معاشرتی زندگی میں انسان اپنے خیالات، ارادے اور احساسات اپنے ہم جنسوں کو سمجھانے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے وہ بولنے اور سننے کی قوتیں استعمال کرتا ہے بعض اوقات وہ اپنی آنکھیں بھی استعمال کرتا ہے اور اشاروں سے بھی کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نابینا اور بہرے لوگ ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ پاتے کیونکہ جو بات نابینا شخص زبان سے کہتا ہے وہ بہرا سن نہیں پاتا اور جو کچھ بہرا اشاروں سے کہتا ہے وہ نابینا دیکھ نہیں پاتا۔

الفاظ کی ایجاد اور چیزوں کے نام رکھنے کا عمل مادی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے انجام دیا گیا ہے۔ ان اشیاء اور کیفیات کے لئے الفاظ گھڑے گئے ہیں۔ جو مادی ہیں اور جنہیں محسوس کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، اگر ہم کسی ایسے شخص سے مخاطب ہوں جو جسمانی حواس میں سے کسی ایک حس سے عاری ہو اور ہم اسے کوئی ایسی چیز سمجھانا چاہیں جس کا ادراک اس ناموجود حس سے ہوسکتا ہے تو ہم مثالوں اور تشبیہوں سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً اگر ہم کسی نابینا شخص کو روشنی اور رنگ کے بارے میں بتانا چاہیں یا ایک نابالغ بچے کو جنسی میل ملاپ کی لذت سے آگاہ کرنا چاہیں تو ہم تقابل تشبیہوں اور مثالوں سے ملتے ہیں۔

لہذا اگر ہم یہ نظریہ قبول کرلیں کہ عالم ہستی میں حقیقت کے بہت سے ایسے معیارات ہیں جو مادی دنیا سے ماوراء ہیں اور (حقیقت بھی یہی ہے) اور دنیا میں ہر دور میں فقط چند لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حقائق کو سمجھ سکتے ہیں تو پھر عالم بالا کے مسائل عام الفاظ اور

عام طرز فکر سے سمجھ میں نہیں آسکتے۔ ان کے بارے میں فقط کنائے اور تشبیہ کے ذریعے ہی بات کی جاسکتی ہے۔ چونکہ دینی حقائق کی نوعیت ایسی ہی ہے اس لئے ان معاملات کے بارے میں قرآن مجید کے مندرجات لازمی طور پر اشاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

"ہم نے اس کتاب کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم سمجھ سکو اور بے شک یہ لوح محفوظ میں بھی جو ہمارے پاس ہے لکھی ہوئی ہے اور یقیناً بڑے رتبے اور حکمت والی کتاب ہے۔" (اس کی گہرائیوں تک پہنچنا عام ادراک کی بات نہیں۔) (سورہ زخرف۔ آیات ۳۔۴)

پھر فرماتا ہے۔

"بے شک یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کو صرف وہی لوگ پاسکتے ہیں جو پاکیزہ ہیں۔"

(سورہ واقعہ۔ آیات ۷۷ تا ۷۹)

رسول اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

"اے اہل بیتؑ! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ کردے جیسا کہ پاک و پاکیزہ کرنے کا حق ہے۔" (سورہ احزاب۔ آیت ۳۳)

جیسا کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے قرآن مجید ایسے ماخذ سے نکلا ہے جو عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔ ان اللہ کے بندوں کے علاوہ جنہیں اس نے پاک و پاکیزہ کرنے کے لئے منتخب کیا ہے، کوئی دوسرا قرآن مجید کے معانی کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتا اور اہل بیت رسولؐ کا شمار انہیں پاک و پاکیزہ بندوں میں ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"نہیں، بلکہ جس قرآن کو وہ سمجھ نہ سکے اسے جھٹلانے لگے حالانکہ اس کی تاویل بھی ان کے پاس نہیں آئی۔" (سورہ یونس۔ آیت ۳۹)

پھر فرماتا ہے۔:

''جس دن قرآن مجید کی تاویل کا وقت آجائے گا (یعنی قیامت کے دن) وہ لوگ جو اسے بھول بیٹھے تھے کہیں گے: بے شک ہمارے پروردگار کے سب رسول حق لیکر آئے تھے۔'' (سورہ اعراف۔آیت ۵۳)

حدیث:

حدیث کے قابل قبول ہونے کے بارے میں۔جیسا کہ قرآن مجید نے تصدیق کی ہے۔ اہل تشیع کے درمیان بلکہ تمام مسلمانو کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن چونکہ ابتدائی دور کے کچھ اسلامی حاکم حدیث کی حفاظت کرنے سے قاصر رہے اور آنحضرتؐ کے کچھ صحابہ اور پیروؤں نے حدیث کی تبلیغ میں بے اعتدالی سے کام لیا اس لئے حدیث کے مجموعے کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف خلفائے وقت نے حدیث کو ضبط تحریر میں لانے کی ممانعت کردی اور حکم دیا کہ جن کاغذات پر احادیث لکھی ہوں وہ جلادیے جائیں۔ بعض اوقات حدیث کی دوسروں تک ترسیل اورمطالعے پر بھی پابندی لگا دی گئی(۱) اور یوں بہت سی احادیث فراموش ہوگئیں یا ضائع ہوگئیں اور کچھ اصل متن سے ہٹ کر اور غلط انداز میں روایت کی گئیں۔دوسری جانب آنحضرتؐ کے کچھ ایسے صحابہ میں جنہوں نے آپ کی زیارت کی تھی اورخود آپ کے دہان مبارک سے احادیث سنی تھیں ایک اور رجحان پیدا ہوگیا۔ ان صحابہ نے جن کا خلفاء اور عامۃ المسلمین احترام کرتے تھے بڑے جوش وخروش سے حدیث کی تبلیغ شروع کردی۔اس معاملے میں اس قدر مبالغے سے کام لیا گیا کہ بعض اوقات حدیث کو قرآن پر بھی فوقیت دی گئی اور بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بعض قرآنی احکام کو حدیث نے منسوخ کردیا ہے(۲) اکثر حدیث روایت کرنے والے ایک حدیث سننے کی خاطر دور دراز کا سفر کرتے اورسفر میں پیش آنے والی صعوبتیں برداشت کرتے۔

بعض غیر مسلموں نے جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اورخود مسلمانوں میں

موجود بعض اسلام دشمنوں نے احادیث میں تحریف کرنی شروع کردی اور انہیں مسخ کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن احادیث کا لوگوں کو علم تھا ان کی صحت مشکوک ہوگئی ۱۸۔ چنانچہ مسلمان علماء اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے بارے میں غور کرنے لگے انہوں نے صحیح اور ضعیف احادیث میں امتیاز کرنے کے لئے ایسے علوم وضع کیے ہیں جن کا تعلق راویان حدیث کے حالات اور حدیث کی روایت کے سلسلے سے تھا۔ ۱۹

حدیث کی تحقیق کے بارے میں میں شیعیت کا طریقہ:

ایک حدیث کو صحیح ماننے کے لئے شیعیت اس کے راویوں کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے اس چیز کو بھی ایک ضروری شرط قرار دیتی ہے کہ اس کا متن قرآن مجید سے مطابقت رکھتا ہو۔ شیعیت کے مآخذ میں رسول اکرمؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے معتبر راویوں کے سلسلے میں بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جو احادیث قرآن مجید سے متصادم ہوں ان کی کوئی قدروقیمت نہیں ہے فقط وہی حدیث قابل قبول ہوسکتی ہے جو قرآن مجید سے ہم آہنگ ہو ۲۰۔ ان کے محض احادیث ہونے کی بناپر شیعیت ان احادیث پر عمل نہیں کرتی جو قرآن مجید سے متضاد ہوں۔ اگر کچھ احادیث ایسی ہوں جن کا ائمہ اطہار علیہم السلام کی جانب سے دی گئی ہدایات کی روشنی میں قرآن سے اتفاق یا تضاد طے نہ ہوسکے تو شیعیت انہیں قبول یا رد کیے بغیر ان کے بارے میں سکوت اختیار کرلیتی ہے۔ ۲۱ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اہلسنت کے ایک گروہ کی طرح اہل تشیع میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو مختلف ذرائع سے حاصل شدہ حدیث کو قبول کرلیتے ہیں۔

حدیث کو قبول کرنے کے بارے میں شیعیت کا طریقہ:

جو حدیث رسول اکرمؐ یا کسی امامؑ کے دہن مبارک سے سنی گئی ہو وہ قرآن کی طرح قبول کرلی جاتی ہے۔ جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جو ہم تک بالواسطہ پہنچی ہیں، اگر ان

کے راویوں کا سلسلہ ہر مرحلے پر مسلم ہو یا ان کی صحت کا حتمی ثبوت موجود ہو اور قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ان کا تعلق دین کے ان اصولوں سے ہو جن کے لئے علم اور یقین کی ضرورت ہے تو ایسی احادیث اہل تشیع کی اکثریت کے لئے قابل قبول ہوتی ہیں۔ حدیث کی ان دو قسموں کے علاوہ دینی نظریات کے متعلق کوئی حدیث قابل قبول نہیں ہوتی اور نا قابل قبول احادیث کو "خبر واحد" کا نام دیا جاتا ہے۔ ۴۲ تاہم ان وجوہ کی بنا پر جو بیان کی گئی ہیں شریعت کے احکام کو مسلم کرنے کے لئے اہل تشیع ان احادیث پر بھی عمل کرتے ہیں جو معتبر سمجھی جاتی ہیں لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو حدیث یقینی اور مسلم ہو شیعیت میں اس کے مطابق عمل کرنا لازمی ہے لیکن جو حدیث حتمی طور پر مسلم نہ ہو لیکن عموماً معتبر سمجھی جاتی ہو اسے احکام شریعت کی وضاحت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اسلام میں تعلیم و تعلم:

اسلام میں علم حاصل کرنا ایک دینی فریضہ ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے ۴۳ ان مسلمہ احادیث کے مطابق جو آنحضرتؐ کے اس قول کی وضاحت کرتی ہیں کہ اصول سہ گانہ اسلامی (توحید، نبوت ورقیامت) کا علم حاصل کرنا بقیہ تمام علوم پر مقدم ہے۔ نیز مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان اصولوں کے علاوہ اپنے اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق فروعی معاملات اور اسلام کے احکام اور قوانین کی تفصیل کے بارے میں بھی علم حاصل کریں۔

یہ امر واضح ہے کہ اصول دین کا علم حاصل کرنا، گو وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو کسی حد تک ہر ایک کے لئے ممکن ہے لیکن کتاب اور سنت کے بنیادی ماخذ اور فنی استدلال کی مدد سے دینی احکام اور قوانین کا مفصل علم حاصل کرنا (جسے فقہ استدلال کہا جاتا ہے) ہر مسلمان کے بس کی بات نہیں اور فقط چند اشخاص اس فقہ کے حصول کی استعداد رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس قسم کا مفصل علم حاصل کرنا ہر ایک کے لئے ضروری بھی نہیں کیونکہ اسلام کسی شخص کی استعداد سے

بڑھ کر اسے کام کا ذمے دار نہیں ٹھہراتا۔ ۲۴ ج

لہٰذا واجب کفائی کے اصول کے تحت فقہ اسلامی کا مطالعہ ان لوگوں تک محدود کردیا گیا ہے جو ضروری استعداد رکھتے ہیں اور اس قسم کے مطالعہ کے اہل ہیں۔ اس عام اصول کے تحت کہ جو لوگ مسائل سے ناواقف ہیں وہ ان لوگوں پر انحصار کریں جو مسائل کو جانتے ہیں۔ باقی لوگوں کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ قابل اہل علم سے رہنمائی حاصل کریں جو کہ مجتہد اور فقیہ کہلاتے ہیں۔ مجتہدین کی پیروی کرنے کے اس عمل کو تقلید کہا جاتا ہے۔

بلاشبہ یہ تقلید اس تقلید سے مختلف ہے جس کی قرآن مجید نے ممانعت کی ہے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی ۳۶ ویں آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ:

"اے انسان! اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے یقین نہ ہو۔"

(یعنی اصول ومعارف میں تقلید جائز نہیں ہے۔)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شیعیت کسی ایسے مجتہد کی تقلید کرنے کی اجازت نہیں دیتی جس کا انتقال ہو چکا ہو۔ دوسرے لفظوں میں کسی ایسے شخص کے لئے جو کسی مسئلے کا جواب اجتہاد یا دینی وظیفے کے ذریعے نہ جانتا ہو ضروری ہے۔ کہ کسی زندہ مجتہد کی تقلید کرے۔ اس کیلئے مجتہد کے فتوے پر عمل کرنا جائز نہیں جو فوت ہو چکا ہو تاوقتیکہ اس نے کسی مسئلے کے بارے میں رہنمائی اس مجتہد کی زندگی میں حاصل نہ کی ہو۔ یہ طریق کار ان عوامل میں سے ایک ہے جنہوں نے شیعہ اسلامی فقہ کو ہر دور میں زندہ اور تروتازہ رکھا ہے۔ چنانچہ اہل تشیع میں ایسے حضرات ہمیشہ موجود رہے ہیں جنہوں نے ہر دور میں فقہی مسائل کے بارے میں اجتہاد کیا ہے۔

اہل سنت میں ایک اجماع کے نتیجے میں جو چوتھی صدی ہجری میں وقوع پذیر ہوا، چار مکاتب (حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی) میں سے کسی ایک کی پیروی لازمی قرار دی گئی۔ آزادانہ اجتہاد یا ان چار مکاتب (یا ایک دو اور چھوٹے مکاتب جو بعد میں معدوم ہو گئے) کے علاوہ کسی اور مکتب کی پیروی ممنوع قرار دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی فقہ کی اب بھی وہی

کیفیت ہے جو آج سے گیارہ سو سال پہلے تھی۔ کچھ مدت سے بعض سنی علماء نے مذکورہ بالا اجماع سے اختلاف کرتے ہوئے آزادنہ اجتہاد شروع کر دیا ہے۔

شیعیت اور علوم نقلیہ:

اسلامی علوم جو ان علمائے اسلام کے مرہون منت ہیں جنہوں نے انہیں مرتب کیا دو حصوں یعنی عقلی علوم اور نقلی علوم میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ عقلی علوم میں فلسفہ اور ریاضی وغیرہ شامل ہیں جبکہ نقلی علوم (مثلاً لغت، حدیث اور تاریخ) کا انحصار کسی نقل کے ماخذ پر ہے۔ بلاشبہ نقلی علوم کے اسلام میں ظہور کا سب سے بڑا سبب قرآن مجید ہے۔ علم تاریخ علم انساب اور علم عروض جیسے علوم کو چھوڑ کر باقی سب علوم کتاب اللہ کے زیر اثر وجود میں آئے ہیں دینی مباحثوں اور تحقیق کے نتیجے میں مسلمانوں میں ان علوم کا ذوق پیدا ہوا۔ ان علوم میں سب سے زیادہ اہم عربی ادب (یعنی صرف، نحو، معانی، بیان بدیع، لغت وغیرہ) اور وہ علوم جن کا تعلق دین کے ظواہر سے ہے (مثلاً قرأت، تفسیر، حدیث رجال، درایہ، اصول اور فقہ وغیرہ)

ان علوم کی بنیاد رکھنے اور انہیں پروان چڑھانے میں اہل تشیع نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ درحقیقت ان میں سے بہت سے علوم کے بانی مبانی شیعہ تھے۔ رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے صحابی ابو اسود دوئلی نے حضرت علیؑ کی رہنمائی میں عربی کی صرف و نحو ترتیب دی جنہیں آپ نے صرف و نحو کا خاکہ لکھوایا۔ ۵؎ علم فصاحت اور بلاغت (معانی بیان و بدیع) کا بانی صاحب بن عباد نامی ایک شیعہ تھا جو آل بویہ کا وزیر تھا ۶؎ سب سے پہلی عربی لغت کتاب العین ہے جو خلیل ابن احمد بصری نے مرتب کی۔ یہ ایک شیعہ عالم تھا جو عالم عروض کا بانی اور نحو کے مشہور ماہر سیبویہ کا استاد تھا۔

عاصم کی قرأت قرآن کا سلسلہ ایک واسطے سے حضرت علیؑ سے جا ملتا ہے اور عبد اللہ ابن عباسؓ جو علم تفسیر کے بارے میں سب صحابہ سے بلند مرتبہ ہیں، حضرت علیؑ کے شاگرد تھے۔ اہل بیت رسولؐ اور ان کے تربیت یافتہ لوگوں نے حدیث اور فقہ کے سلسلے میں جو

خدمات انجام دیں ان سے بھی واقف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سنی فقہ کے چاروں مکاتب کے بانیوں نے اہل بیت کے پانچویں اور چھٹے اماموں سے فیض حاصل کیا۔ موجودہ شہادتوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اصول فقہ کو شیعہ عالم وحید بہبہانی اور ان کے بعد شیخ مرتضی انصاری نے جتنی ترقی دی اس کی مثال سنی فقہ میں نہیں ملتی۔

حوالے:

۱۔ جیسا کہ مقدمے میں ذکر کیا گیا ہے کہ شیعی دنیا میں تصوف یا حکمت کی روایت مسلسل چلی آرہی ہے جسے فلسفہ بھی کہا جاتا ہے اور فاضل مصنف نے اس کتاب میں اس کی جانب اکثر جگہ اشارہ کیا ہے تاہم یہ فلسفے کا ایک روایتی مکتب ہے اور اس کا تعلق الٰہیات اور روحانیت کے ذرائع سے ہے۔ اسے غیر مذہبی اور خالصاً عقلی طرز تفکر کا مترادف سمجھنا غلط ہے۔ گو یہ فلسفہ بھی عقلی استدلال اور منطق کے قوانین سے استفادہ کرتا ہے لیکن اس سے اہل مغرب کا سا فلسفہ مراد نہیں ہے۔

۲۔ اس آیت سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ خدا کے دین میں عبادت توحید کی ایک شاخ اور اس کی بنیاد اسی (یعنی توحید) پر ہے۔

۳۔ کسی چیز کی صفات بیان کرنے کا انحصار اسکے بارے میں علم پر ہے اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بجز ان لوگوں کے جو با اخلاص اور پاکیزہ ہیں کوئی بھی اس طرح نہیں پہچان سکتا ہے جس طرح اسے پہچاننا چاہئے اور دوسرے لوگ جو صفات اس سے منسوب کرتے ہیں وہ ان سے بالاتر ہے۔

۴۔ ہم اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا توحید اور عمل صالح کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔

۵۔ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خدا کی حقیقی پرستش کا نتیجہ یقین کی صورت میں نکلتا ہے۔

۶۔ اس آیت سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ یقین کے لوازمات میں سے ایک آسمانوں اور

زمین کے ملکوت کا مشاہدہ ہے۔

۷۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ''ابرار'' کی قسمت ایک کتاب میں درج ہے جس کا نام 'علّیّین' (بہت بلند) ہے اور جس کا مشاہدہ وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا کے قریب ہیں، علاوہ ازیں یشھدہ (تصدیق کیا گیا) کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں کتاب سے مراد اس کے عام معنی نہیں ہیں بلکہ یہ قرب الٰہی اور ارتقا کی جانب اشارہ ہے۔

۸۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ علم الیقین کی بدولت بد کردار لوگوں کے انجام کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جو کہ ''جحیم' (جہنم) ہے۔

۹۔ اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رسول اکرمؐ ایک حدیث میں جو سنی اور شیعہ دونوں نے نقل کی ہے فرماتے ہیں۔

''ہم پیغمبروں کا طبقہ لوگوں سے ان کی عقل کے معیار کے مطابق بات کرتا ہے۔''

(بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۳۷ اور اصول الکافی کلینی جلد ۱۔ صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ تہران ۱۳۸۵ھ)

۱۰۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۳۱ اس مسئلہ پر مصنف کی کتاب ''قرآن در اسلام'' میں بھی بحث کی گئی ہے۔

۱۱۔ الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۶

۱۲۔ تفسیر الصافی ملا محسن فیض کاشانی ص۔ ۸ مطبوعہ تہران ۱۲۶۹ھ اور بحار الانوار جلد ۱۹ ص۔ ۲۸۔

۱۳۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ طباطبائی نے قرآن مجید کی ضخیم تفسیر 'المیزان'' کے سلسلہ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

۱۴۔ تفسیر الصافی ص۔ ۴

۱۵۔ رسول اکرمؐ سے یہ حدیث تفسیر الصافی ص۔ ۱۵ سفینۃ البحار، عباس قمی نجف ۱۳۵۲ھ۔ ۵۵ اور دوسری معروف تفسیروں میں نقل کی گئی ہے۔

۱۶۔ بحار الانوار جلد ۱ ص ۱۱۷

۱۷۔قرآن مجید کی بعض آیات کی تنسیخ یا بدل کا مسئلہ علم اصول کے مشکل مسائل میں سے ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم چند شیعی علماء تنسیخ کے قائل ہیں۔ واقعہ فدک سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حدیث کے ذریعے قرآنی آیات کی مختلف تعبیریں کی گئی ہیں۔

۱۸۔اس قول کا ثبوت وہ بہت سی کتابیں ہیں جو روایتی دینی علما نے وضعی (جعلی) احادیث کے متعلق لکھی ہیں علاوہ ازیں 'رجال' کی کتابوں میں بہت سے راویوں کو غیر معتبر اور ضعیف کہا گیا ہے۔

۱۹۔ احادیث کے بارے میں روایتی اسلامی تنقید کو اور صحیح اور وضعی احادیث کے مابین امتیاز کرنے کیلئے مقرر کئے گئے معیارات کو ان یورپی مستشرقین کی تنقید سے گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے جو احادیث کے سارے مجموعے پر اعتراض کرتے ہیں اسلامی نقطہ نگاہ کے مطابق ان کا یہ فعل اسلام کے مکمل ڈھانچے پر شدید ترین حیوانہ حملے کے مترادف ہے۔

۲۰۔بحار الانوار جلد ۱ ص ۔ ۱۳۹

۲۱۔ بحار الانوار جلد ۱ ص۔ ۱۱۷

۲۲۔خبر واحد پر بحث کے لئے اصول کی کتابوں سے رجوع کریں۔

۲۳۔ بحار الانوار جلد ۱ ص ۔ ۵۵

۲۴۔ ان مسائل کے بارے میں علم اصول کی کتابوں میں اجتہاد اور تقلید پر بحث سے رجوع کرنا چاہئے۔

۲۵۔ وفیات الاعیان ۔، ابن خلکان (ص ۔ ۸ ۔ ۷) مطبوعہ تہران ۱۲۸۴ھ اعیان الشیعہ محسن عاملی (جلد ۱۱ ص ۔۱ ۔ ۲۳۱) مطبوعہ دمشق ۱۹۳۵ء و مابعد۔

۲۶۔ وفیات الاعیان ص ۔ ۱۹۰ ۔ اعیان الشیعہ ، اور حکماء کی سوانح عمریوں کی دوسری کتابیں۔

☆☆☆